© rasailojaraid.com

امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی

دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صہرِ عمرؓ، خلیفہ راشد، امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سلسلۂ نسب تیسری پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب، زبیر اور عبداللہ بن عبدالمطلب تینوں حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائز مخزومیہ ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عبدمناف اور کنیت ابوطالب ہے جبکہ والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دادی (فاطمہ بنت عمرو بن عائز)، والدہ (فاطمہ بنت اسد بن ہاشم) اور بیوی (فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تینوں کا نام ''فاطمہ'' ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب تو مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے البتہ والدہ ماجدہ نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ شرف ہجرت سے بھی بہرہ ور ہوئیں۔ وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بطورِ کفن اپنی قمیص پہنائی پھر خود قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک بھی کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولادت مشہور قول کے مطابق بعثت سے دس سال قبل شعب بنی ہاشم مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ والدہ ماجدہ نے اپنے والد کے نام پر ''اسد'' نام رکھا جسے بعد میں والد نے تبدیل کر کے ''علی'' نام تجویز کر دیا۔ آپ کا لقب ''اسد اللہ، حیدر، مرتضٰی'' اور کنیت ''ابوالحسن و ابوتراب'' ہے۔ مؤخر الذکر کنیت آپ کو بہت پسند تھی جب کوئی شخص آپ کو اس کنیت سے پکارتا تو بہت خوش ہوتے۔ والد کی مالی کمزوری کی بناء پر بعثت سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت اور تربیت میں آ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو بالکل ابتداء ہی میں گھر کے دیگر افراد اور بچوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی، تاہم بچوں میں آپ ہی کو سبقت حاصل تھی۔ اس عمر میں اسلام قبول کرنے سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ پر کفر کا کوئی دور نہیں گزرا اور آپ کا واسطہ صرف دینِ اسلام ہی سے پڑا تھا۔ چونکہ آپ نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی اور بیتِ نبوی ہی میں اپنے لڑکپن و شباب میں تعلیم و تربیت حاصل کی اس لیے آپ اسلامی اخلاق کے مجسم نمونہ بن گئے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبوی تربیت نے آپ کی شخصیت کی تعمیر اور آپ کے دینی، نفسیاتی اور مثالی خصائص کو جلا بخشنے میں عظیم اور گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ آپ قدیم الاسلام ہیں، آپ کا سابقین اوّلین اور عشرہ مبشرہ میں چوتھے درجے پر شمار ہوتا ہے۔ آپ نے علانیہ اسلام قبول کیا۔ تقیّہ تو نعوذ باللہ کیا اختیار کرتے کبھی کتمان سے بھی کام نہیں لیا۔ علاوہ ازیں آپ نے جہاد فی سبیل اللہ اور اسلام کی ترویج و تنفیذ کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کتاب و سنت میں سابقین اوّلین اور مہاجرین کے متعلق بیان کردہ جملہ مناقب و فضائل کا مصداق ہونے کے ساتھ ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بتصریح نام خصوصی فضائل کے بھی حامل ہیں۔ پوری جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے افضل ہیں لیکن مفترض الطاعت، مامور من اللہ، موصیٰ من اللہ اور معصوم ہرگز نہیں ہیں کیونکہ یہ اوصاف انبیاء کرام علیہ السلام کے ساتھ مختص ہیں۔ ابن سبا یہودی نے ایک خاص منصوبے کے تحت قرآن مجید میں تحریف اور پیغمبر اسلام سے انتقام لینے کی خاطر ''حبِّ علی'' کے پردے میں مخصوص اصلاحات و اوصاف وضع کر کے ''بغض علی'' کا ثبوت دیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے ساتھ بچپن سے ہی وابستگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت کا اندازہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچانے کے واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ نے ''سیکورٹی'' نکتہ نظر اور دشمن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کو مخفی رکھنے کی غرض سے کامیاب حکمت عملی اپنائی تھی۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قصۃ اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تیرہ سالہ مکی دور میں کم عمری کی بناء پر براہِ راست اگرچہ مشرکین مکہ نے ظلم وستم کا نشانہ نہیں بنایا تاہم شعب بنی ہاشم میں محاصرت کے دوران دیگر افراد بنی ہاشم کے ساتھ آپ نے بھی صعوبتیں جھیلیں۔ شبِ ہجرت بستر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''استراحت'' اور لوگوں کی امانتوں کی بحفاظت سپردگی آپ کی جاں نثاری کا ایک بے مثال واقعہ ہے۔ غزوہ تبوک کے سوا دیگر تمام غزوات میں اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔

۹ھ میں حج کی فرضیت کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت و امارت اوّلین حج میں آپ ہی نے مشرکین سے براءت سے متعلق آیات کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ حجۃ الوداع سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اہلِ یمن کی طرف بغرض تبلیغ اسلام اور بحیثیت ''قاضی'' بھیجا۔ وہیں سے آپ نے حجۃ الوداع میں شرکت اختیار کی۔

حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے ''غدیر خم'' کے مقام پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بعض حضرات کی طرف سے شکایت کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اللھم من کنت مولا ہ فعلیّ مولا ہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ''

(مشکوۃ باب مناقب علی بن ابی طالب)

''اے اللہ! جس شخص کا میں محبوب اور دوست ہوں، تو علی بھی اس کے دوست اور محبوب ہیں۔ اے اللہ! اس کی حمایت فرما جو ان کی حمایت کرے اور اس کی دشمنی تُو بھی کر، جو ان کی دشمنی کرے۔''

اس حدیث سے اہل تشیع کے خلافت و امامت علی رضی اللہ عنہ پر استدلال کا جائزہ ایک علیحدہ مضمون میں لیا جائے گا (ان شاءاللہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''مرض وفات'' میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ برابر عیادت میں مصروف رہے اور بعد از وفات غسل اور تجہیز وتکفین وتدفین کے عمل میں بھی شریک رہے۔ خلافت صدیقی میں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے حملے کے خطرہ کے پیش نظر نہ صرف مدینہ منورہ کے دفاع میں عملی طور پر حصہ لیا بلکہ اس پورے دور میں خلیفۂ بلافصل کے مشیر بھی رہے۔ دور فاروقی میں مشاورت کے ساتھ ساتھ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے بلکہ ایک موقع پر تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے بیت المقدس کا قبضہ لینے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اسلامی ہجری تقویم کی تجویز یقیناً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زندہ جاوید کارناموں میں سے ایک ہے جو اسلام اور ملت اسلامیہ کی بقاء تک باقی رہے گا۔ شوریٰ کے اجلاس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز دی تھی کہ اسلامی تقویم کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، بعثت، فتح مکہ، حجۃ الوداع اور وفات سے سن کا آغاز کرنے کے بجائے ''ہجرت'' کے واقعہ کو بنیاد بنایا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے بہت پسند آئی اور انہوں نے اس موقع پر فرمایا کہ:

''ہجرت، حق اور باطل کے درمیان فارق کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اسی کو تاریخ کے لیے مبداء مقرر کر دو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر قاتلانہ حملے کے بعد اپنے بعد امورِ خلافت سرانجام دینے کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس اعلان کے ساتھ چھے رکنی ''خلافت کمیٹی'' کا رکن نامزد فرمایا تھا کہ:

''یہ وہ حضرات ہیں جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے۔''

دورِ عثمانی میں بھی آپ کی یہی حیثیت برقرار رہی تا آنکہ ۱۸؍ ذوالحج ۳۵ھ کو امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت کا سانحہ فاجعہ رونما ہوا۔ تاریخ اقوامِ عالم میں اس عظیم سانحہ سے زیادہ عبرت ناک واقعہ کوئی اور پیش نہیں آیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس نازک اور پُر آشوب دور میں ۲۱؍ ذی الحج ۳۵ھ سے لے کر ۲۱؍ رمضان المبارک ۴۰ھ یعنی چار سال اور نو ماہ تک مسندِ خلافت پر فائز رہے اور پورا دور ہی اسی خلفشار وانتشار کی نذر ہو گیا۔

تختِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپ کو ایک دن کے لیے بھی اس داخلی انتشار سے فراغت نہ ملی کہ آپ کوئی حج یا عمرہ ہی ادا کر لیتے۔ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کفر کے خلاف جاری جہادی سرگرمیاں ختم ہو گئیں اور بیرونی فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ الٹا قصاص عثمان کے مسئلہ پر خود اہل اسلام کے مابین منافقین اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی سازش سے ''جمل وصفّین'' جیسے خون ریز معرکے برپا ہوئے جن میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔

جنگ جمل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مدّ مقابل سیدۂ کائنات اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر صحابہ کرام تھے جبکہ جنگِ صفّین میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ و تابعین تھے۔ ان کے مابین ''نزاعی مسئلہ'' صرف یہی تھا کہ اُمّت کے متفق علیہ خلیفہ کو جن لوگوں نے ظلماً اور بغیر کسی حجت کے قتل کیا ہے ان سے کسی تاخیر کے بغیر قصاص لیا جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی قصاص کی حد تک اس مؤقف کے ساتھ متفق تھے لیکن حالات کی ناسازگاری کی بناء پر اس میں قدرے تاخیر کے خواہش مند تھے۔ اس سلسلے میں جنگِ جمل سے پہلے فریقین میں باقاعدہ ایک معاہدہ بھی طے پا گیا تھا جس پر عمل درآمد کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے لشکر سے الگ ہو جانے کا حکم بھی دیا تھا لیکن اس کے جواب میں ان مفسدین نے اپنا تاریخی وسازشی کردار پھر دہرایا جس سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور ملّتِ اسلامیہ عظیم نقصان سے دوچار ہوئی۔

اسی طرح جنگِ صفّین میں بھی صلح جوئی کی بھرپور کوشش کی گئی لیکن اسے بھی قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ناکام بنایا بلکہ شب خون مار کر قتل وغارت کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے، چونکہ ان معرکوں میں دونوں طرف صحابہ کرام رضی اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عنہم تھے اس لیے علمائے اُمّت نے ان جنگوں کو ازروئے ادب اجتہادی اختلافات اور مشاجراتِ صحابہ کا نام دیا ہے۔ لفظ ''مشاجرۃ'' شجر سے مشتق ہے۔ اس کے اصل معنیٰ تنے دار درخت کے ہیں جس کی شاخیں اطراف میں پھیلتی ہیں۔ باہمی اختلافات ونزاع کو اسی مناسبت سے مشاجرہ کہا جاتا ہے کہ درخت کی شاخیں بھی ایک دوسرے سے ٹکراتی اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتی ہیں اور یہ عیب نہیں بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے۔

(ملاحظہ ہو: مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم، ص: ۸۷، مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

یہ ملحوظ رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین یہ اختلافات وتنازعات کسی عداوت وعناد یا کسی عقیدے کے اختلاف کی بناء پر ہرگز پیدا نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی یہ معرکے حق وباطل یا کفر واسلام کے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سازشوں اور فتنوں پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی لیکن سبائی فتنہ کے ''شجرِ خبیثہ'' کی جڑیں زمین میں اتنی گہری اتر چکی تھیں کہ انتہائی کوشش کے باوجود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان پر تنہا قابو پانا ممکن نہ ہو سکا۔ اگر اس وقت باہمی معاہدے پر عمل ہو جاتا اور صحابہ وتابعین ایک ''بنیان مرصوص'' بن جاتے تو حالات سدھر سکتے تھے لیکن سبائی سازش نے غلط فہمیوں کا اتنا گھنا جنگل کھڑا کر دیا تھا کہ ابتدا میں اس کا صاف ہونا ممکن نہ ہوا لیکن جلد ہی دونوں طرف کے مخلص حضرات کو اس بات کا احساس ہو گیا جس کے نتیجے میں انہوں نے جنگ صفّین کے دوران ہی ''حَکَمَیْن'' کے تقرر کو قبول فرما لیا اور اجتماع تحکیم کے بعد فریقین کے مابین باقاعدہ مصالحت ہو گئی جس سے جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ''خلافتِ تامّہ'' میں تبدیل ہو گئی وہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت بھی خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی توثیق سے دورِ فاروقی وعثمانی ہی کی طرح ''آئینی وقانونی'' ہو گئی۔ حضرات حکمین کے اس فیصلے کے خلاف ایک فوری ردِّعمل یہ سامنے آیا کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ یعنی سبائیوں کے ایک شمشیر زن گروہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہو کر ''خوارج'' کا لقب پایا۔ جس کی سرکوبی کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہراون لڑی۔ اس جنگ میں خوارج کو بدترین اور عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا اور ان کی غالب ترین اکثریت تہ تیغ ہو گئی۔

امام ابن کثیر ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''علی بن ابی طالب اس عصر میں روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سب سے اعلیٰ وافضل انسان تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کے عبادت گزار، سب سے زیادہ دنیا سے بے غرض وبے رغبت، سب سے زیادہ علم وفضل کے حامل، سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے انسان تھے۔ پھر بھی لوگوں نے ان کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا، ان سے کنارہ کش ہو گئے یہاں تک کہ خود امیر المؤمنین اپنی زندگی سے اکتا گئے۔ ''ھٰذہ من ھٰذہ'' یہ (اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کر کے) اس کے (اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے) خون سے رنگ دی جائے گی اور بالآخر یہی ہو کر رہا۔'' (البدایہ والنہایہ، جلد: ۷، ص: ۳۲۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار کے مطابق پورا یقین تھا۔ ملاحظہ ہو، الاستیعاب مع الاصابہ، جلد: ۴، ص: ۱۵۵، تحت ابوفضالۃ انصاریؓ۔

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''اتدری من اشقی الاوّلین'' اے علی کیا تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (صالح کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹنے ولا۔ پھر دریافت فرمایا: ''اتدرون من اشقی الآخرین'' کہ بعد میں آنے والوں میں سے زیادہ بد بخت کون ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اللّٰہ و رسولہ اعلم'' حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''قاتلک'' تیرا قاتل سب سے زیادہ بد بخت ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد: ۵، ص: ۵۷۴)

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حرا ٹھہر جا تجھ پر سوائے نبی، صدّیق اور شہید کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب من فضائل طلحۃ والزبیر، جلد: ۲، ص: ۲۸۲)

بہر حال جنگ نہروان کے بعد تین خارجیوں (عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی) نے مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر اسلام کے روشن ستاروں سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ چنانچہ تینوں خارجی مقررہ تاریخ (۱۷ر رمضان، ۴۰ھ) اور مقررہ وقت (صلوٰۃ فجر) پر اپنے اپنے مقام کوفہ، شام اور مصر پہنچ گئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بوجہ علالت اس دن مسجد میں نہیں جا سکے اس لیے عمرو بن بکر تمیمی نے ان کے قائم مقام ایک فوجی آفیسر خارجہ بن حبیب کو قتل کر دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر برک بن عبداللہ تمیمی کا وار اوچھا تھا جس سے وہ زخمی ہو گئے مگر سلامت رہے۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ پر حملہ کر دیا جس سے آپ تین دن تک موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا رہنے کے بعد ۲۱ر رمضان المبارک ۴۰ھ میں بعمر ۶۳ سال جامِ شہادت نوش کر گئے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر کوفہ کے دار الامارت میں دفن کر دیا کیونکہ خوارج سے خوف تھا کہ کہیں آپ کے جسد مبارک کو نکال کر اس کی توہین کے مرتکب نہ ہوں۔

اس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود بھی بیعت رضوان کے موقع پر خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے کیے گئے عہد وفا کو نبھاتے ہوئے اسی گروہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے جس کے دامن خون عثمان سے آلودہ تھے۔ اگر سبائی مفسدین کا منصوبہ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کو شہید کرنے کا ہوتا تو سبائی مفسدین اور اندھی تقلید کے عادی مؤرخین اسے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سازش قرار دے دیتے مگر مفسدین نے تو بیک وقت سیدنا علی، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو نشانہ بنایا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو خود شدید زخمی ہونے کے باوجود کلمہ ''استرجاع'' پڑھنے کے ساتھ ساتھ بے اختیار رونے لگے۔ ان کی اہلیہ کہنے لگیں کل ان سے لڑتے رہے اور ''الیوم تبکی علیہ'' آج ان پر روتے ہو۔ تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ویحک انک لا تدری ما فقد الناس من الفضل و الفقہ و العلم

افسوس ہے تجھ پر، تجھے کیا خبر کہ آج لوگوں نے کس قدر علم و فضل اور فقہ کو کھو دیا ہے؟

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۱۳۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ضرار صدائی (جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں رہے تھے) سے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ پہلے تو انہوں نے معذرت کی لیکن بعد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر کہنے لگے:

''وہ (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) بلند حوصلہ اور قوی تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلے کرتے تھے، ان کے ہر جانب علم کا چشمہ پھوٹتا تھا، ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی، دنیا کی دل فریبی اور شادابی سے وحشت کرتے اور رات کی وحشت ناکی سے انس رکھتے تھے، بڑے رونے والے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے، ہم میں بالکل ہماری طرح رہتے تھے، جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کی درخواست کرتے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ وہ اہلِ دین کی عزت کرتے تھے، غریبوں کو مقرب بناتے تھے، قوی کو اس کے باطن میں حرص وطمع کا موقع نہیں دیتے تھے، ان کے انصاف سے ضعیف نا امید نہیں ہوتا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر چکی ہے، ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مار گزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غم زدہ آدمی کی طرح رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دنیا مجھ کو فریب نہ دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے، افسوس افسوس میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں جس سے رجعت نہیں ہوسکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ آہ زادِ راہ کم اور سفر دور دراز کا ہے۔ راستہ وحشت خیز ہے۔''

شیعہ مصنف ہاشم حسین لکھتے ہیں کہ:

''فذرفت دموع معاویة علیٰ لحیته فما یملکها وهو ینشفها بکمّه و قد احتنق القوم بالبکاء ثم قال معاویة رحم الله ابا الحسن کان واللّٰه کذٰلک''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سن کر بے اختیار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسو ان کی داڑھی پر گرنے لگے اور وہ انہیں اپنی آستین کے ساتھ پونچھتے رہے اور قوم کے گلے بھی روتے روتے بند ہو گئے۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے فرمایا: اللہ ابو الحسن پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم جیسے آپ نے بیان کیا وہ ان ہی صفات وکمالات کے جامع تھے۔ (حلیۃ الابرار، جلد: اوّل، ص: ۳۴۶۔ تحت الباب الخامس والعشرون فی زہدہ فی الدنیا، درّہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ، ص: ۳۶۰، الاستیعاب مع الاصابہ تحت علی بن ابی طالب، جلد: ۳، ص: ۴۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اگرچہ سخت مشکلات اور آزمائشوں سے گھرا ہوا تھا لیکن اس کے بارے میں اہلِ سنّت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ اس تمام معاملے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دامن ایک خلیفہ راشد کی حیثیت سے بالکل بے داغ اور بے غبار رہا ہے۔ اللہ رب العزت اُمّتِ مسلمہ کو آپ کے ارشادات وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com